اللہ کی تلوار
بقلم
ژیلہ ظفر

اللہ کی تلوار

صحرا کی تپتی گرمی میں وہ شہسوار عرب کے مشہور تجارتی شہر مکّہ میں داخل ہو رہا تھا۔ وہ گھوڑا ایسے دوڑاتے تھے کہ گھوڑے کے پیروں سے اُڑتی دھول میں، وہ خود کہیں چھپ سے جاتے۔ وہ بیحد طاقتور، ذہین اور نا قابلِ تسخیر (جسے ہرایا نہ جا سکے) جنگی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ اس جواں مرد کو اہل عرب اپنی جنگوں میں لیجانا اعزاز سمجھتے تھے۔ یہ جس لشکر میں شامل ہو جاتے وہ لشکر تو خود کو قبل از جنگ ہی فاتح تصوّر کر لیتا تھا۔ کیونکہ یہ اپنے آپ میں ہی پوری فوج کے برابر تھے۔

شہر عرب میں داخل ہو کر وہ وہاں کے بازاروں میں رکے نہیں تھے، بلکہ گلیوں سے گھوڑا دوڑاتے آگے ہی آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ بازاروں میں اس وقت رش سا لگا تھا لیکن اُسکے باوجود مکّہ میں ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ جیسے یہاں کوئی بہت بڑا طوفان آکر گزر چکا ہو۔ بازار میں گھما گھمی ہونے کے باوجود بھی لوگوں کے چہروں پر سوگواریت چھائی ہوئی تھی۔ لیکن اُس

شہسوار جنگجو کو مکے میں داخل ہوتا دیکھ کر لوگوں کے چہروں پر اُمید کی کرن جاگ اٹھی تھی۔اس بہادر جنگجو کو تاریخ "خالد ابن ولیدؓ کے نام سے یاد کرتی ہے۔

+....+.......+.....

بازاروں سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے بلآخر ایک حویلی کے باہر انہوں نے گھوڑے کو ایڑھ لگائی۔ وہ گھوڑے سے نیچے اترے اور حویلی کے کھلے دروازے سے اندر کی جانب دیکھا جہاں اس وقت عرب کے سرداروں کی مشاورت جاری تھی۔یہ حویلی دراصل دارالندوہ تھی یعنی مکّہ کا پارلیمنٹ۔وہ دارالندوہ میں داخل ہوئے۔اُنہیں دیکھ کر وہاں کے لوگوں نے پہلے کی طرح اُنکا استقبال نہ کیا تھا۔

‘‘مرحبا سردارانِ قریش !...."انہوں نے داخل ہوتے ہوئے کہا لیکن چہرے سے صاف واضح تھا کہ وہ خود بھی باقی سردارانِ قریش کی طرح اس وقت سخت غیظ و غضب کے عالم میں ہیں۔

‘‘مرحبا خالد !...مشاورت میں شامل ہونے کا شکریہ "ابوسفیان ابنِ حرب، جواب قریش کا واحد بڑا سردار بچا تھا، نے کہا۔خالد بن ولید اپنی مخصوص نشست پر بیٹھ گئے۔

‘‘ہمارے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔عمرو بن ہشام (ابوجہل)، عاص بن وائل، نضر بن

حارث اور اُمیہ بن خلف جیسے سردار مارے گئے ہیں۔ابو لہب پر بھی آفات ٹوٹ پڑی اور وہ بھی مر گیا۔ہم غم وغصّے سے بھرے ہوئے ہیں ابو سفیان۔ہمیں ہر صورت محمد ﷺ اور اُسکے ساتھیوں سے بدلہ لینا ہے۔"عمرو بن عاص جو کہ خالد بن ولید کے بہترین دوست تھے،نے شدید غم وغصّے کی کیفیت سے کہا

‘‘یقین مانو ان لوگوں کے جانے سے مکّہ ویران ہو گیا ہے۔واللہ اُنکے بعد جینے کا کوئی مزا نہیں۔" عکرمہ بن ابی جہل نے کہا

‘‘خبر دار جو کسی نے مرنے والوں کا ماتم کیا۔ہم محمد ﷺ اور اُسکے ساتھیوں کو خوش ہونے کا موقع نہیں دے سکتے۔ہم اب تک مکے کے تمام کاروبار اور منافع سے دارالندوہ میں جمع ہونے والے مال سے کافی جنگی ہتھیار اور سامان خرید چکے ہیں۔اب وقت ہے پوری قوت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا۔"ابو سفیان نے کہا

‘‘میں ابوسفیان کی بات سے متفق ہوں۔ہمیں اپنے باپ بھائیوں کا بدلہ لینا ہے۔میں جنگ بدر میں شامل نہیں ہو سکا لیکن واللہ اب سے مسلمان مجھے اپنے سامنے پائیں گے۔"خالد بن ولید نے غضبناک ہوتے ہوئے کہا۔

‘‘آپ کے ہونے سے ہمیں بہت اطمینان ہے خالد،آپ عربوں کا فخر ہیں۔"صفوان بن امیہ نے کہا۔

"اب ہمیں کل سے جنگ کے لیے نکلنا ہے۔

ہمارے پیچھے مکے کی ذمے داری آپکی ہو گی

عباس "ابو سفیان نے کافی دیر سے خاموش بیٹھے

عباسؓ کو مخاطب کر کے کہا تو انہوں نے اثبات

میں سر ہلایا۔ مشاورت برخاست ہوتے ہی

حضرت عباس ابن عبد المطلبؓ نے سب سے

پہلا کام یہ کیا کہ مکّہ میں ہونے والی ساری گفتگو

اور حالات کی تفصیل ایک خط میں تحریر کی اور

اپنے سب سے قابل بھروسہ گھڑ سوار کو مدینے

دوڑایا تا کہ وہ یہ تمام خبر حضور ﷺ تک

بروقت پہنچا دے۔ جیسے ہی آپ ﷺ کو ان

تیاریوں کے اطلاع ملی آپ نے مسلمانوں کے

ساتھ احد کا رخ کیا اور پورے لشکر سمیت وہاں

پڑاؤ ڈال لیا۔

------+------+-----

احد میں جنگ کا میدان سج چکا تھا۔ ایک طرف

مشرکین غزوۃ بدر کا بدلہ لینے آئے تھے، تو

دوسری جانب مسلمانوں میں بھی ایمان کا نور

جوبن پر تھا۔ خالد بن ولید شمسیر زن شہسوار

دستے (فوج کا وہ دستہ جو گھوڑے پر ہوتا ہے اور

گھوڑے پر ہی جنگ لڑتا ہے) کے سپہ سالار

تھے۔ انہوں نے اپنے دستے کو مزید دو حصوں

میں تقسیم کیا اور ایک کی کمان عکرمہ بن ابی جہل

کو دے دی۔ خالد بن ولید کی نظر اُس پہاڑ پر

تھی، جو مسلمانوں کے بائیں جانب تھا۔ اگر خالدؓ

پہاڑ کے عقب سے گھوم کر آتے تو با آسانی مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر اُنہیں آن کی آن میں ختم کر سکتے تھے۔ لیکن اچانک ہی انہوں نے دیکھا کہ حضرت محمد ﷺ نے تیر اندازوں کا ایک دستہ اُس پہاڑ پر کھڑا کر دیا ہے۔ اب خالدؓ کسی صورت وہاں نہیں جا سکتے تھے۔

"یہ محمد ﷺ نے چوٹی پر تیر انداز کیوں کھڑے کیے ہیں؟" عمرو بن عاص نے، اپنے گھوڑے پر بیٹھے خالد کے قریب آ کر پوچھا۔

"تاکہ کوئی دوران جنگ پیچھے سے آ کر اُن پر حملہ نہ کر سکے۔" خالد بن ولید نے جواب دیا۔

"مگر دوران جنگ کون اُس چٹان پر جانے کا خطرہ مول لیتا؟ یہ غیر ضروری نہیں ہے؟" عمرو بن عاص کو اس تدبیر کی وجہ سمجھ نہ آ رہی تھی۔

"میں مول لیتا یہ خطرہ۔۔۔ میرا ایہی ارادہ تھا کہ دوران جنگ پیچھے سے وار کروں لیکن محمد ﷺ بہت باریک بین ہیں۔ انہوں ﷺ نے وہاں تک تدبیر کر لی جہاں میری سوچ بھی نہ جا سکی۔ وہ بلاشبہ ایک بہترین سپہ سالار ہیں" حضرت محمد ﷺ کی اس جنگی قابلیت پر خالد داد دیے بنا نہ رہ سکے۔

"اب ہمیں سامنے سے ہی لڑنا ہو گا۔ چلو اب اپنی اپنی جگہ سنبھالو" یہ کہہ کر خالد بن ولید نے

اپنا گھوڑا واپس موڑ لیا۔ عمرو بن عاص بھی اپنی جگہ پر چلے گئے۔

----+-----+---

میدان جنگ میں مسلمانوں نے بہترین جنگی قابلیت کا مظاہرہ کیا۔ حالانکہ وہ تعداد میں کم تھے لیکن مشرکین پر پوری قوت سے حملہ آور ہوئے تھے۔ مشرکین کو پیچھے ہٹنا پڑا تھا۔ خالد بن ولید جنہیں کبھی مشرکین نے کسی جنگ میں پسپا ہوتے نہ دیکھا تھا وہ بھی اپنے شہسواروں کے ساتھ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ لیکن اچانک ہی خالد بن ولید کی نظریں اُحد کے بائیں جانب اُس چٹان پر پڑی، جس پر تیر انداز کھڑے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ تیر انداز نیچے اُتر رہے ہیں اور اب چٹان پر بہت کم ہی تیر انداز باقی رہ گئے تھے۔ خالد بن ولید نے اس موقعے کو بہترین جانا۔

''جنگجوؤں! میرے پیچھے آؤ! خالدؓ بن ولید کی آواز پر انکا دستہ اُنکے پیچھے جمع ہوا اور پھر انتہائی برق رفتاری سے انہوں نے گھوم کر سارا راستہ پاٹا اور چٹان تک پہنچ گئے۔ وہاں موجود تیر اندازوں نے بھرپور مزاحمت کی لیکن وہ خالد بن ولید کے شہسواروں کے آگے زیادہ دیر کھڑے نہ ہو سکے، اور بلآخر وہ سب شہید ہو گئے۔ خالد بن ولید نے اپنے جنگجوؤں کو کہا کہ ''چلو محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب اور اُسے ختم کر دو (نعوذ باللہ)'' خالد بن ولید کو مسلمانوں پر

دوبارہ حملہ آور ہوتے دیکھ کر مشرکین پھر سے اکھٹے ہو گئے اور مسلمانوں پر پلٹ کر وار کیا۔ دوسری جانب خالد بن ولید کا دستہ حضور اکرم ﷺ کے حفاظتی دستے سے لڑنے لگا۔ حفاظتی دستے نے اپنی جانیں قربان کر دی لیکن محمد ﷺ کو کچھ نہ ہونے دیا۔اب آپ ﷺ کے پاس بس طلحہؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ بچے تھے۔ایسی صورتحال حال میں جب دشمن پلٹ کر وار کر دے،اور سپہ سالار کے پاس حفاظتی دستہ بھی نہ باقی رہے،تو اس صورت میں سپہ سالار اپنی جان بچا کر واپس پلٹ جاتا ہے، لیکن اللہ کے نبی ﷺ نے اس صورت میں مسلمانوں کو چھوڑنا مناسب نہ سمجھا۔ باوجود اس کے کہ آپ ﷺ کے اپنے کیمپ سے باہر آنے کی صورت میں، خالد بن ولید حملہ کر سکتے تھے لیکن آپ ﷺ بنا کسی خوف کے تلوار سمیت مقابلے کے لیے میدان میں آئے۔

حضور ﷺ کی اس جرات پر خالد بن ولید عش عش کر اٹھے تھے۔خالد بن ولید نے آپ ﷺ پر حملہ شروع کیا، جسکے نتیجے میں آپ ﷺ نہ صرف زخمی ہوئے بلکہ آپکے دندان مبارک شہید ہو گئے۔ چہرے پر پہنے ہوئے لوہے کے حفاظتی ہیلمیٹ کا خورد آپ ﷺ کی آنکھوں کے نیچے گھس گیا جس سے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک لہولہان ہو گیا۔ صرف حضرت طلحہؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ نے

پورے دستے کا تن تنہا مقابلہ کیا بلکہ حضرت طلحہؓ کا لڑتے لڑتے یہ حال ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کے دوبارہ اکٹھا ہونے تک جب آپ نڈھال ہو کر گر گئے تو ایسا لگتا تھا کہ گویا آپ شہید ہو گئے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اُسی موقع پر پکارا "مسلمانوں میں اللہ کا رسول ہوں۔ میرے پاس آؤ" یہ سن کر مسلمان دوبارہ سے حضور ﷺ کے پاس اکھٹے ہو گئے۔ اللہ کے نبی دیگر صحابہ کے ساتھ اُحد پہاڑ کے دامن میں چلے گئے۔ بقیہ صحابہ نے خالد بن ولید سے جم کر مقابلہ کیا، یہاں تک کہ مشرکین کو واپس جانا پڑا اور یہ جنگ بنا کسی نتیجے کے ختم ہوئی۔ البتہ مسلمانوں کا بھاری نقصان ہوا تھا

------+------+----

"اب ہمارے پاس نہ اتنا مال ہے اور نہ ہی ہتھیار کہ ہم دوبارہ مسلمانوں کا مقابلہ کر سکیں" ابو سفیان نے کہا۔ اُحد کے بعد کئی ماہ تک مشرکین اپنے آپ کو فاتح سمجھ کر جشن مناتے رہے تھے۔ اور مسلمانوں نے آس پاس کے قبائل سے جنگ کر کے اُنہیں یا تو اپنا حلیف بنا لیا تھا یا انکو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ جب تک مشرکین اپنی خود ساختہ فتح کے نشے سے باہر آئے، تب تک مکے کے آس پاس کے علاقوں پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اب اُنہیں ڈر تھا کہ کہیں مسلمان مکّہ پر بھی قبضہ نہ کر لیں۔ اور اب مشرکین کے حالات پہلے سے خراب ہو چکے

تھے۔ مسلمان کسی بھی شاہراہ سے اُنکا تجارتی قافلہ گزرنے نہیں دے رہے تھے۔ اُس پر سے مکے میں قحط بھی پڑ گیا تھا۔ اسی مسئلے پر مشاورت کے لیے آج وہ سب پھر دارالندوہ میں جمع تھے۔

''میں محمد ﷺ کی جنگی قابلیت اور اُنکے ساتھیوں کی جانثاری دیکھ چکا ہوں۔ اب اگر ہم نے مقابلہ کیا تو ہم ہار جائینگے اور وہ بھی بری طرح'' خالد بن ولید نے کہا

''حالانکہ محمد ﷺ نہ جنگجوؤں تھے نہ ہی کسی جنگ میں ہمارے ساتھ پہلے کبھی شریک ہوئے تھے، لیکن بلاشبہ وہ ہم سب سے زیادہ ذہین اور بہترین کماندار ہے۔'' عمرو بن عاص بھی داد دیے بنا نہ رہ سکے

''پھر ہم کیا کریں؟'' عکرمہ نے پوچھا

''ہم آس پاس کے قبائل حتیٰ کہ یہود قبائل کو بھی اکھٹا کرتے ہیں، اور اس بار پہلے سے زیادہ طاقت کے ساتھ مدینے پر حملہ کرینگے'' ابو سفیان کی رائے سے سب متفق ہوئے۔ اور یوں آس پاس کے قبائل کو اپنا اتحادی بنا کر ایک بار پھر مشرکین مدینے پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو گئے تھے۔ جب مشرکین مدینے میں داخل ہوئے تو حیرت کا شدید جھٹکا تھا جو اُنہیں لگا تھا۔ کتنی ہی دیر تو وہ بے حس و حرکت مدینے کے سامنے کھودی گئی اُس خندق کو دیکھتے رہے تھے۔

وہ خندق اتنی لمبی تھی کہ شہر کے داخلی راستے کے برابر، اتنی چوڑی تھی کہ اُسے پار کرتے کرتے مسلمانوں کے تیروں سے چھلنی ہو جانے کا خدشہ تھا اور اتنی گہری تھی کے اُس میں اترنا بھی تقریباً ناممکن۔ کتنی ہی دیر تو مشرکین کو یہ فیصلہ کرنے میں لگ گئے کہ آیا خندق پار کریں یا واپس لوٹ جائیں؟ دوسری جانب مسلمان بڑے منظّم طریقے سے اپنی اپنی تیر کمانوں کا رخ مشرکین کی جانب کیے کھڑے تھے۔

صورتحال کافی مشکل ہو گئی تھی۔ کئی دنوں تک یہ جنگ تیر اندازی کی حد تک جاری رہی ایک دو لوگوں نے خندق پار کرنے کی کوشش بھی کی تو، یا تو وہ مارے گئے یا حضرت علیؓ نے اُنہیں مار بھگایا۔ اہل عرب نے پہلے کبھی ایسی جنگی تدبیر دیکھی نہ سنی تھی۔ حضرت محمد ﷺ ہر بار جنگوں میں اُنہیں پہلے سے بڑھ کر حیرت کا جھٹکا دیتے تھے۔ ہر بار نبی ﷺ کی جنگی صلاحیت کا ایسا پہلو اُنکے سامنے آتا جیسا مشرکین نے خوابوں میں بھی نہ سوچا ہوتا۔

وہ اس مسئلے کے حل کیلیے سر توڑ کوششیں کر رہے تھے۔ یہود قبیلے، بنی قریظہ سے مدد طلب کی گئی، مسلمانوں کو دعوت مبازرت دی گئی لیکن مشرکین کامیاب نہ ہو سکے حتیٰ کہ اللہ تعالٰی نے غیر متوقع آندھی بھیج کر مشرکین کی رہی سہی ہمت بھی ختم کر دی تھی۔ بلآخر اُنہیں اپنا بوریا بستر لپیٹ کر واپس جانا پڑا۔

----+-----+-----

‘‘میرے دوستوں ! میں نے تمہیں آج یہاں بہت اہم بات کرنے کے لیے جمع کیا ہے۔ میں جانتاہوں کہ صرف تم لوگ ہی میری بات سمجھ سکتے ہو،اسی لیے صرف تم سب کو ہی بلایا ہے" خندق سے واپسی کے اگلے دن عمرو بن عاص نے اپنے قریبی دوستوں کو اکھٹا کیا

‘‘خدا کی قسم ! میں دیکھ رہاہوں کہ محمد ﷺ کی طاقت روز بہ روز بڑھتی جارہی ہے۔ اب ہم میں،اُن ﷺ سے مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رہی ہے۔ وہ دن دور نہیں ہے کہ محمد ﷺ اور اُنکے ساتھی مکّہ پر غلبہ حاصل کرلیں گے۔ اس ساری صورتحال میں،میں نے ایک رائے نکالی ہے۔ تم لوگ بتاؤ کہ یہ رائے ٹھیک ہے یا نہیں" عمرو بن عاص نے تمہید باندھی

‘‘پہلے تم بتاؤ، تمہاری کیا رائے ہے؟ پھر ہم اپنا مشورہ دینگے" خالد بن ولید نے کہا۔ وہ عمرو بن عاص کے قریبی دوستوں میں شامل تھے۔

‘‘میں سمجھتا ہوں کہ اب ہمیں مکّہ چھوڑ دینا چاہیے۔ اور یمن جا کر نجاشی کے پاس پناہ لے لینی چاہیے۔ کیونکہ اگر جنگ ہوتی ہے،اور مکّہ والے جیت جاتے ہیں تب تو ہم آرام سے واپس آجائیں گے۔ لیکن اگر محمد ﷺ کو غلبہ حاصل ہوتاہے تو کم از کم ہمارا کوئی نقصان نہ ہوگا کیونکہ ہم یمن میں ہونگے" عمرو بن عاص کی بات پر لوگوں نے اتفاق کیا۔

''تم لوگ جنگ سے منہ موڑ کر بھاگنا چاہتے ہو؟ اپنے بھائیوں کو اکیلا چھوڑ کر؟'' خالد بن ولید کو لوگوں کی بات پر غصّہ آیا تھا۔ وہ جنگجو انسان تھے۔ جنگوں سے منہ موڑنا اُنکے لیے موت تھا۔

''حقیقت پسند بنیں خالد!.. ہمارے پاس نہ مال ہے نہ طاقت، اگر ہم ہار گئے تو آپکو معلوم ہے کہ جیتنے والے ہارنے والوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں؟'' لوگوں نے عمرو کی تائید کی

''میں یہیں رہوں گا، مکے میں۔۔ اور محمد ﷺ کا سامنا کرونگا۔'' خالد بن ولید اُس محفل سے اُٹھ کر چلے گئے۔

اُنہیں لگا تھا کہ لوگ شاید شرمندہ ہونگے لیکن انکو جھٹکا تب لگا جب اگلے دن اُنکے دوست عمرو بن عاص سمیت دیگر ساتھی مکّہ چھوڑ کر یمن کی جانب روانہ ہو گئے تھے۔

-------+------+-----

مکے میں ایک افرا تفری سی مچ گئی تھی، کمزور لوگ بھاگ بھاگ کر اپنے گھروں میں پناہ لے رہے تھے۔ جبکہ بڑے سردار دارالندوہ میں جلدی جلدی جمع ہو رہے تھے۔

''کیا ہو رہا ہے؟ خالد بن ولید نے اس اچانک افرا تفری کی وجہ پاس سے گزرتے ایک شخص سے پوچھی

’’محمدّ ﷺ اپنے لشکر کے ساتھ مکّہ کی طرف آرہے ہیں۔مکّہ کے باہر ہی حدیبیہ کے مقام پر انہوں نے پڑاؤڈال لیا ہے"

’’کیا؟۔۔۔کس ارادے سے آرہے ہیں وہ لوگ؟کیا جنگ کے؟"خالد بن ولید نے پوچھا

’’وہ سب احرام باندھے ہوئے ہیں،اُنکے ساتھ قربانی کے جانور بھی ہیں اور ہتھیار بھی کوئی خاص نہیں ہے۔مجھے لگتا ہے کہ وہ جنگ نہیں بلکہ عمرے کے ارادے سے آئے ہیں۔قریش مکہ بلاوجہ پریشان ہورہے ہیں۔"اُس شخص نے کہا۔

’’ہرگز نہیں،ہمارا اتنا خون بہانے اور ہمارے بڑے سرداراںِ کو قتل کرنے کے بعد میں کسی صورت محمدّ ﷺ اور اُنکے ساتھیوں کو مکے میں داخل ہونے نہیں دونگا۔میرے تمام جنگجو ساتھیوں سے کہو کہ میرے ساتھ اپنے ہتھیار اور گھوڑے لیکر حدیبیہ تک پہنچیں۔آج میں یہ قصہ ختم کرکے ہی واپس آؤنگا"خالد بن ولید نے غصّے سے کہا۔اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کرنے کے بعد وہ حدیبیہ کی جانب نکل پڑے۔غسان پہنچ کر خالد بن ولید اپنے شہسوار دستے کے ساتھ ایک چٹان کی اوٹ میں کھڑے ہوگئے۔انہوں نے دیکھا کہ حضرت محمدّ ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کررہے ہیں

"یہ اچھا وقت ہے ہمیں اُن پر حملہ کرنا چاہیے۔۔" کسی نے کہا

"نہیں رک جاؤ! وہ قربانی کے جانور ساتھ لائے ہیں۔ ہم عمرے کے لیے آنے والوں کو کیسے قتل کر سکتے ہیں۔ ہمیں اور انتظار کرنا چاہیے" کسی دوسرے فریق نے جواب دیا

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ دکھاوا ہو، وہ مکے میں داخل ہوتے ہی ہم پر حملہ کر دیں" ایک اور شخص نے جواب دیا۔ یہ بحث طویل ہو گئی اور وہ لوگ کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے یہاں تک کے مسلمانوں نے نماز مکمل کر لی۔

"اتنا بہترین موقع گنواں دیا ہم نے، اچھا بھلا ہم اُن پر بے خبری میں حملہ کر دیتے" خالد بن ولید نے اپنے ساتھیوں کو ناراضی سے ڈانٹا۔ اتنا بہترین موقع ہاتھ سے نکل جانے پر وہ افسوس کر رہے تھے۔ اُنکے ساتھی بھی شرمندہ ہوئے

"کوئی بات نہیں، جلد ہی یہ عصر کی نماز بھی پڑھیں گے۔ اور ہم اُنکی بے خبری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اُن پر حملہ کر دینگے۔" خالد بن ولید نے اگلی تدبیر بتائی۔ انہوں نے کچھ دیر انتظار کیا۔ لیکن حیرت کا شدید جھٹکا اُنہیں اُس وقت لگا، جب حضور ﷺ نے مسلمانوں کو عصر کے بجائے صلوۃ الخوف پڑھائی۔ یہ نماز حالت جنگ میں پڑھی جاتی ہے۔ جب دشمن کے حملے کا ڈر ہو۔ اس میں آدھے لوگ امام کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں اور بقیہ لوگ، نمازیوں کی حفاظت

کرتے ہیں۔ پھر اسی طرح نماز پڑھنے والے اُٹھ کر حفاظت پر چلے جاتے ہیں اور حفاظتی دستہ اپنی نماز پوری کرتا ہے۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" خالد بن ولید سکتے میں آ گئے

"یہ عمرہ کرنے آئے تھے، انکو کیسے معلوم ہوا کہ میں ان پر حملہ کرنے والا ہوں؟ کیا انہیں اللہ تعالیٰ نے بتایا؟" خالدؓ اپنے آپ سے سوال کرنے لگے۔ یہ سوچ کر ہی اُنکا دل ہیبت سے بھر اجارہا تھا کہ اللہ نے محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اُنکے یہاں ہونے کی اطلاع دے دی۔ اور زندگی میں پہلی بار خالد بن ولید خوف کا شکار ہو کر میدان جنگ سے واپس لوٹ آئے تھے۔ جب وہ واپس دارالندوہ پہنچے، تو اُنھیں معلوم ہوا کہ قریش اب مسلمانوں سے معاہدہ کرنا چاہتے ہیں اور یہ معاہدہ جنگ بندی کا ہوگا۔ کیونکہ پچھلے کئ سالوں سے قریش کے تجارتی راستے غیر محفوظ ہو چکے تھے، وہ تجارت نہیں کر پا رہے تھے، مسلمانوں سے جنگ میں سب سے بھاری نقصان قریش کا ہی ہوا تھا، اوپر سے مکے میں نازل ہونے والے قحط نے انکو فاقوں پر مجبور کر دیا تھا۔ لہذا وہ ہر صورت میں جنگ کی بندش چاہتے تھے۔ عرب میں کسی سے معاہدہ کرنے کا مطلب اُسکو اپنے برابر کا تسلیم کرنا ہوتا تھا۔ یعنی وہ مسلمان جنہیں مشرکین اپنا غلام اور غریب و غرباء کہہ کر بات تک کرنا پسند نہ کرتے تھے،

آج نوبت یہ آگئی تھی کہ مشرکین اُنہیں اپنے برابر کا تسلیم کر کے اُن سے معاہدہ کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اسی لیے صلح حدیبیہ کو اللہ نے "فتح المبین" قرار دیا تھا۔

البتہ اپنی ناک اونچی رکھنے کے لئے اُنہوں نے مسلمانوں کو اس سال عمرہ کرنے سے منع کر کے اگلے سال آنے کی شرط بھی معاہدے میں رکھی تھی۔ خالد بن ولید اس معاہدے کے سخت خلاف تھے۔ وہ جنگ بندی نہیں بلکہ ڈٹ کر مقابلہ کرنے پر یقین رکھتے تھے۔ لیکن قریش مکّہ یہ فیصلہ کر چکے تھے نتیجتاً خالد بن ولید معاہدے میں شامل نہ ہوئے۔

------+-----+----

جب سے معاہدہ ہوا تھا اُنہیں ایک پل قرار نہیں آتا تھا۔ ایک جنگجو کے لیے بنا جنگوں کے رہنا ایسا ہی ہے جیسے بنا پانی کے مچھلی۔۔۔ یعنی آدھی موت۔۔ اب بنا جنگ کے ایک ایک پل اُن پر بھاری گزرتا تھا۔ اُنہوں نے خود کو اپنے گھر تک محدود کر لیا تھا، لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا تھا۔ رہ رہ کر قریش کی بزدلی پر غصّہ آتا تھا۔ کبھی سوچتے کے یہودیوں کے ساتھ شامل ہو کر جنگ پر چلا جاتا ہوں، پھر یاد آتا کہ یہودی تو مشرکین کو اُمی کہتے ہیں (یعنی ان پڑھ) وہ تو کبھی اپنے ساتھ شامل نہیں کریں گے۔ پھر سوچتے کہ یمن جا کر نجاشی کی فوج میں شامل ہو جاتا ہوں، لیکن یاد آتا کہ وہ تو مسلمان ہو چکا ہے، پھر

سوچتے رومی سب سے طاقتور ہیں تو کیوں نہ شام جا کر اُنکی فوج میں شامل ہو جاؤں، لیکن وہ بھی اس شرط پر شامل کرتا کہ عیسائی ہو جاؤ۔ اور اگر مذہب ہی بدلنا تھا تو پھر محمد ﷺ کی بیعت کیوں نہ کر لوں؟۔۔۔ بس یہاں آ کر خالدؓ خاموش ہو جاتے۔۔۔ جب بھی سوچتے، اُنکی تمام سوچیں یہیں آ کر رک جاتی لیکن وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پاتے۔

خالد بن ولید جس قبیلے سے تعلق رکھتے تھے، اُس قبیلے کو اہل مکّہ، ہمیشہ جنگوں میں سپہ سالاری کا عہدہ دیتے تھے۔ اپنے باپ ولید بن مغیرہ کے بعد یہ عہدہ خالد بن ولید نے سنبھالا تھا۔

آپ ایسے بہترین شہسوار تھے کہ جس گھوڑے پر بیٹھتے اُسے اپنا رفیق بنا لیتے، گھوڑا دوڑاتے تو ایسے جیسے یہ گھوڑا بنا ہی اُنکے لیے ہو، گھوڑے پر بیٹھ کر تیر چلانے، تلوار بازی اور نیزہ پھینکنے میں آپکا کوئی ثانی نہ تھا۔ آپ گھوڑے پر بیٹھ کر ایرانی پہلوانوں سے کشتی لڑا کرتے تھے اور اُنہیں اُنکی سواریوں سے اٹھا اٹھا کر پھینکتے تھے۔ یہ وصف پورے عرب میں کسی کے پاس نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ جب بھی فوج کے سپہ سالار ہوتے دشمن آپکی فوج سے سخت خائف رہتا سوائے مسلمانوں کے، یہ وہ پہلا لشکر تھا جسے اس بات سے رتی بھر فرق نہ پڑتا تھا کہ سامنے سپہ سالار خالد بن ولید ہیں یا تعداد دوگنا زیادہ۔ اُنکے

ایمان کے جذبے نے خالد بن ولید کو بے حد متاثر کیا تھا۔

باوجود اسکے کہ خالد بن ولید بے انتہا طاقتور تھے، اُنہوں نے کبھی اپنی طاقت کا مظاہرہ کسی کمزور پر نہیں کیا۔ آپکی شخصیت کی یہ بات آپکو دیگر عرب سرداران سے ممتاز کرتی تھی۔ حالانکہ آپکا باپ ولید بن مغیرہ مسلمانوں کو ایذا پہنچنے میں ہمیشہ آگے آگے رہا تھا، یہاں تک کہ اُسکے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں سخت وعید بھی سنائی اور اُسکے لیے جہنّم کا وعدہ بھی کیا، لیکن خالد بن ولید نے اپنے باپ جیسا کوئی کام نہ کیا۔ طاقت رکھنے کے باوجود بھی آپ نے کسی ایمان لانے والے مسلمان پر تشدد نہیں کیا، نہ ہی ابو جہل و ابو لہب کی طرح حضور ﷺ پر آوازیں کسیں، نہ حضور ﷺ کے پیچھے تالیاں پیٹیں نہ کبھی اُنہیں ﷺ الٹے سیدھے ناموں سے پُکارا۔ آپ ایک شریف اور وضع دار انسان تھے۔ ایسی اوچھی حرکتیں کرنا اور اپنی طاقت کا استعمال کمزوروں پر کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے۔ البتہ جنگ کرنا آپکا شوق تھا۔ اب دس سال جنگ کے بنا رہنا آپ سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

اسی شش و پنج میں ایک سال گزر گئے۔ مسلمان اپنا عمرہ قضاء کرنے مکے میں داخل ہونے والے تھے، اُس سے پہلے معاہدے کہ مطابق مشرکین نے مکّہ خالی کر دیا اور پہاڑوں پر چلے

گئے۔ خالد بن ولید بھی تین دن پہاڑوں پر گزار کر مکّہ واپس آئے اور اپنے گھر میں واپس بند ہو گئے۔ گھر میں اپنے بستر پر اُنہیں ایک کاغذ رکھا ملا

"یہ کیا ہے؟" انہوں نے حیرت سے کاغذ کو دیکھا اور اُسے اٹھایا۔ وہ ایک خط تھا جو اُنکے بھائی ولید بن ولیدؓ یہاں رکھ کر گئے تھے۔ وہ بدر کے بعد مسلمان ہو کر مدینے چلے گئے تھے۔ یقیناً انہوں نے عمرہ قضاء کے لیے آنے کے بعد، اپنے بھائی خالد کو تلاش کیا ہو گا، اُنکے نہ ملنے کی صورت میں اُنکے لیے یہاں خط چھوڑ گئے تھے۔

خالد بن ولید نے بھائی کا خط پڑھنا شروع کیا

"شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور مسلسل رحم کرنے والا ہے۔ کیا تم نے اب تک اسلام لانے کے بارے میں نہیں سوچا؟ میرے نزدیک یہ سب سے عجیب بات ہے کہ تم جیسا عقلمند اور ذہین آدمی اب تک ایمان نہیں لایا۔ تم بھلا اسلام جیسے مذہب سے کیسے ناواقف رہ سکتے ہو؟ کیا تم جانتے ہو؟ جب میں اسلام لا کر مدینے آیا تھا، تو حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ خالد کہاں ہے؟ وہ نہیں آیا؟ میں نے کہا کہ اللہ اُنہیں ایک دن ضرور لے آئینگے۔ تو حضور ﷺ نے مجھ سے کہا کہ خالد جیسا بہترین آدمی اب تک اسلام نہیں لایا؟ اگر وہ اسلام لاتا اور اپنی ساری قوت اور محنت مسلمانوں کے لیے

لگادیتا تو یہ اُسکے لیے بہترین ہوتا اور میں اسکو اپنے لشکر میں سب سے آگے رکھتا۔اے میرے بھائی! اب بھی وقت ہے، خیر کے کاموں کے بہت سے مواقع تم نے گنواں دیئے ہیں۔اب آکر تلافی کرلو۔ تمہارا بھائی ولید"

بہت دنوں بعد اپنے بھائی کا خط پڑھنے پر ایک رقت سی تھی جو خالد بن ولید پر طاری ہوئی تھی۔ لیکن اس بات نے کہ حضور ﷺ نے اُنکا پوچھا ہے، خالدؓ پر ایک عجیب سی خوشی طاری کردی۔ اُنکے دل پر چھائی اُداسی یکدم ہی غائب ہوگئی۔ وہ بلاآخر اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ اُنکی ڈولتی ہوئی کشتی کا کنارہ اسلام کی دولت ہی ہے۔ اُس رات وہ اسلام لانے کا اور اگلے دن مدینے جانے کا فیصلہ کر کے سوئے۔ رات کو خواب میں دیکھتے ہیں کہ وہ ایک قحط زدہ صحرا میں چلے جارہے ہیں کہ اچانک ہی وہ ایک سرسبز و شاداب باغ میں داخل ہوجاتے ہیں۔

صبح اُنکی آنکھ کھلی تو وہ مطمئن تھے۔ اپنا گھوڑا لیکر وہ مدینے جانے کی تیاری کرنے لگے۔

"کیوں نہ اپنے ساتھ کسی اور کو بھی مدینے لے چلوں؟ کیا معلوم کوئی اور بھی میری طرح اسلام قبول کرنا چاہتا ہو" اُنہوں نے سوچا اور اپنے پرانے دوست صفوان بن امیہ کے پاس آئے

"مرحبا صفوان!"

"مرحبا خالد! کہاں جانے کی تیاری ہے؟"

''کیا تم دیکھتے نہیں کہ ہمارا حال کیا ہو گیا ہے ؟ ہم کم سے کم ہوتے چلے جا رہے ہیں اور محمد ﷺ غالب آتے جا رہے ہیں۔ کیا اب وقت نہیں آگیا کہ ہمیں اُنکی اتباع کر لینی چاہیے ؟" خالد بن ولیدؓ نے بردباری سے کہا

''ہر گز نہیں ! اگر پورا مکہ بھی محمد ﷺ کی اطاعت کر لے اور میں اس سرزمین کا آخری انسان بچو، تب بھی اُنکی اطاعت نہیں کرونگا" صفوان نے درشتی سے کہا اور رخ پھیر لیا۔ خالد بن ولیدؓ اپنے دوسرے دوست عکرمہ کے پاس آئے اور اُن سے بھی یہی کہا، انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ اسکے بعد آپ مایوس ہو گئے اور اکیلے ہی نکل پڑے۔ ابھی مکّہ کے احاطے میں ہی تھے کہ ایک اور دوست عثمان بن طلحہ مل گئے۔

''مرحبا خالد ! کہاں جانے کا ارادہ ہے ؟" عثمان نے پوچھا

''کیا کروں ؟ اسے بتاؤں یا نہ بتاؤں ؟" خالد بن ولیدؓ نے سوچا پھر انکو سچ سچ سب بتا دیا۔

''اگر ایسا ہے تو میں بھی ساتھ چلنا چاہتا ہوں، کیونکہ مجھے علم ہو گیا ہے کہ اسلام ہی سچا دین ہے"

''تو پھر جاؤ جا کر اپنا سامان باندھ لو۔ میں فجر کے وقت گھر سے نکلوں گا۔ ہم دونوں میں سے جو بھی پہلے مکّہ سے باہر فج کے مقام پر پہنچ جائے وہ دوسرے کا انتظار کرے۔" خالد بن ولیدؓ نے

خوش ہوتے ہوئے کہا۔ عثمان بن طلحہؓ جلدی
سے اپنا سامان باندھنے چلے گئے۔مکّہ والوں میں
سے چند لوگوں نے اُنہیں جاتے دیکھا تواُن پر غم
کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، کہ اُنکا آخری سہارا ابھی چلا
گیا تھا۔اور انکو روکنے کی ہمت ارض مکّہ میں تو کسی
کی بھی نہ تھی۔

مدینے کے راستے پر کچھ دیر کے لیے خالد بن
ولیدؓ اور عثمانؓ نے پڑاؤ ڈالا۔ ابھی کچھ ہی دیر
گزری تھی کہ دوسری جانب سے ایک اور
شخص آتا دکھائی دیا۔

"یہ کون ہے؟" وہ دونوں اُٹھ کھڑے ہوئے۔
گھڑ سوار بھی اُنہیں دیکھ کر قریب چلا آیا

"ارے۔۔۔عمرو بن عاص" اتنے عرصے بعد
اپنے پرانے دوست کو سامنے دیکھ کر خالد بن
ولیدؓ حیران ہوئے

"میرے بھائیوں! کہاں جا رہے ہو؟" عمرو بن
عاص نے اُنہیں دیکھ کر پوچھا

"پہلے یہ بتاؤ کہ تم کس ارادے سے نکلے ہو؟"
خالد بن ولیدؓ نے اُنکا ارادہ جاننے کے لیے سوال
کیا

"پہلے تم بتاؤ کہ تم کس ارادے سے گھر سے نکلے
ہو؟" عمرو بن عاص نے الٹا سوال کر دیا

"میں اور عثمان مدینے جا رہے ہیں۔
حضور ﷺ کی اطاعت قبول کر کے اسلام
لانے" خالد بن ولیدؓ نے بنا کسی خوف کے کہا۔

"کیا سچ میں؟" عمرو بن عاص خوش ہوئے

"یقین جانو میں بھی اسی ارادے سے مدینہ جا رہا ہوں۔ چلو پھر ساتھ ہی چلتے ہیں۔" عمرو بن عاص نے بتایا اور پھر تینوں جانباز مدینے کی جانب چل پڑے۔

-----+-----+----

"مسلمانوں!...." مسجد نبوی ﷺ میں تشریف فرما نبی ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کیا۔

"فرمائیے اللہ کے رسول ﷺ!" صحابہ نے ادب سے کہا

"خالد پر حق ظاہر ہو گیا ہے۔ اور وہ اسلام لے آئے ہیں۔ عنقریب مکّہ کے یہ بہادر یہاں آ جائینگے۔" آپ ﷺ کو بذریعہ وحی یہ بات پتہ چل گئی تھی۔ آپ ﷺ نے مدینے والوں کو بھی یہ خوشخبری سنا دی۔ اب سارا مدینہ شدت سے خالد بن ولیدؓ کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔

دوسری جانب مدینے کے قریب ایک مقام پر پہنچ کر خالد بن ولیدؓ اور اُنکے ساتھیوں نے سواریاں روکیں تو اُنہیں اپنے بھائی ولید بن ولیدؓ آتے ہوئے دکھائی دیئے۔

"جلدی کرو، آقا ﷺ تم لوگوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ اللہ نے اُنہیں تمہارے آنے کی خبر دے دی ہے۔ وہ بہت خوش ہیں" اُنکے بھائی نے جیسے ہی یہ کہا خالدؓ کو ایسا لگا جیسے اُنکے اندر

ایک نئی توانائی آ گئی ہو۔ وہ اور اُنکے ساتھی جلدی
سے صاف ستھرے کپڑے پہن کر سواری پر
سوار ہوئے اور مدینے میں داخل ہوئے۔ آپ
ابھی مسجد نبوی ﷺ سے کچھ دور تھے کہ مسجد
نبوی ﷺ کے دروازے پر آپکو حضور ﷺ
کھڑے دکھائی دیئے۔ جب تک آپ وہاں پہنچ
نہ گئے حضور ﷺ کھڑے مسکراتے رہے اور
آپکو دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ وہاں پہنچے،
اپنی سواری سے تیزی سے اترے اور ادب سے
جا کر حضور ﷺ کا ہاتھ تھاما، پھر اُسے ادب سے
چوم کر کلمہ شہادت پڑھا۔ حضور ﷺ نے
بہت ہی خوشی سے آپکو مبارک باد دی،
آپ ﷺ کا چہرہ انور خوشی سے جگمگا رہا تھا۔

''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے ہمیشہ
آپکے خلاف جنگ لڑی مجھے ڈر ہے کہ اللہ مجھے
کبھی معاف نہ کریگا" خالد بن ولیدؓ نے
شرمندگی سے کہا

''فکر نہ کرو! اللہ نے دور جاہلیت کے تمام گناہ
معاف کر دیئے ہیں" اسکے بعد عمرو بن عاصؓ اور
عثمان بن طلحہؓ نے بھی حضور ﷺ کے سامنے
اسلام قبول کیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے
فرمایا

"مکّہ نے اپنے جگر گوشے ہماری جھولی میں ڈال
دیئے"

درحقیقت خالد بن ولیدؓ کا جو خیر مقدم حضور ﷺ نے کیا تھا وہ اُنہوں نے سوچا بھی نہ تھا۔

---+-----+-----

خالدؓ کے اسلام لانے پر مدینے کے منافقین کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔ایک دن منافقین اُنکے پاس آئے اور بولے

''خالد! آپ اتنے بڑے فوجی جرنیل ہیں، اتنے طاقتور۔آپکے آنے سے مسلمانوں کو حوصلہ ملا ہے۔تو اُنہیں بھی تو چاہیے کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کریں، جس سے آپکو تکلیف ہو۔آپ نے اگر اسلام قبول کیا ہے تو اُنہیں بھی تو کچھ سمجھوتہ کرنا چاہیے۔'' منافقین نے مکاری سے کہا۔

''کیا مطلب اس بات کا؟'' خالد بن ولیدؓ نے نا سمجھی سے پوچھا

''ارے آپکو نہیں معلوم؟ قرآن میں اللہ نے آپکے والد، ولید بن مغیرہ کے لیے سخت وعید والے الفاظ اُتارے ہیں۔مسلمان اُسے پڑھتے بھی ہیں۔اب جب مسلمان وہ آیات پڑھیں گے، تو آپکو کتنی تکلیف ہو گی؟ آپ محمدؐ ﷺ سے کہہ کر وہ آیات نکلوا دیجئے''

''اچھا ٹھیک ہے۔'' خالد بن ولیدؓ نے جواب دیا اور وہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔پھر وہ وہاں سے مسجد نبوی ﷺ کی طرف بڑھے۔منافقین چپکے سے انکے پیچھے جانے لگے کہ دیکھے خالد بن ولیدؓ کو جب حضور ﷺ انکار کرینگے تو وہ کیسے دین

اسلام چھوڑ کر واپس مکّہ چلے جائینگے اور پھر مسلمانوں کو کیسا دھچکا لگے گا۔ وہ مسجد نبوی ﷺ پہنچے لیکن وہاں حضور ﷺ کے پاس جانے کے بجائے وہ عمار بن یاسرؓ کے پاس آئے۔

''اسلام علیکم عمار!'' خالد بن ولیدؓ نے اُنہیں سلام کیا۔ عمارؓ اس وقت اصحاب الصفہ کو قرآن پڑھا رہے تھے۔

''وعلیکم السلام خالد! بیٹھیے۔'' خالدؓ بیٹھ گئے

''بتائیے کیسے آنا ہوا؟'' عمارؓ نے پوچھا۔ وہ ایک حافظ قرآن صحابی تھے۔

''میں ابھی دین اسلام کی تعلیمات سیکھ رہا ہوں۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ قرآن میں ایسی آیات بھی ہیں جس میں، میرے باپ کیلئے اللہ نے وعید اُتاری ہے اور مسلمان اُسے پڑھتے بھی ہیں'' خالد بن ولیدؓ نے پوچھا۔

''جی ہاں بلکل! سورہ مدثر کی کچھ آیات میں اللہ نے ولید بن مغیرہ کے لیے سخت وعید سنائی ہے۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟'' عمار بن یاسرؓ نے سکون سے جواب دیا۔ پیچھے بیٹھے منافقین کن انکھیوں سے وہیں دیکھ رہے تھے۔ انکو یقین تھا کہ اب خالد بن ولیدؓ غصّے سے اُٹھ کر حضور ﷺ کے پاس جائینگے اور قرآن پاک سے یہ آیات حذف کرنے کا کہیں گے۔

حضور ﷺ یقیناً انکار کر دینگے، نتیجتاً خالدؓ

دوبارہ مشرکین میں شامل ہو جائینگے اور

مسلمانوں کی خوشی چکنا چور ہو جائیگی۔

''میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے سب سے پہلے وہی آیات حفظ کروائے، جن میں میرے مشرک باپ کے لیے وعید آئی ہے۔تاکہ وہ میرے لیے تاحیات عبرت بنی رہے اور میں ہمیشہ اللہ سے ڈرتا رہو۔" حضرت خالد بن ولیدؓ کا جواب سن کر جہاں عمار بن یاسرؓ بے پناہ خوش ہوئے تھے وہیں منافقین کے دلوں پر کاری ضرب لگی تھی۔وہ سمجھ گئے تھے کہ خالدؓ کا ایمان اتنا کمزور نہیں کہ اُسے ڈگمگایا جاسکے۔

------+------+------

ایک جانب رومیوں کا دو لاکھ کا لشکر تھا، تو دوسری جانب مسلمانوں کا فقد تین ہزار کا لشکر، اسلام قبول کرنے کے بعد یہ پہلی جنگ تھی جو خالد بن ولیدؓ مسلمانوں کی طرف سے لڑنے جارہے تھے۔ لشکر کے امیر حضرت زید بن حارثہؓ تھے۔ حضور ﷺ نے جنگ پر جانے سے پہلے ہدایت کی تھی کہ

''لشکر کے امیر زید بن حارثہؓ ہونگے۔اگر وہ شہید ہو جائے تو امیر حضرت جعفر ابن ابی طالبؓ ہونگے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ ابنِ راوحہؓ امیر ہونگے اور اگر وہ بھی جام شہادت نوش کرلیں تو پھر مسلمان جسے چاہے اُسے اپنا امیر بنا سکتے ہیں"

اب میدانِ جنگ میں گھمسان کارن پڑا، یکے بعد دیگرے حضور ﷺ کے منتخب کردہ تینوں امیر بیجگری سے لڑتے، کفار کو جہنّم واصل کرتے ہوئے جام شہادت نوش کر چکے تھے۔

دوسری جانب حضور ﷺ مدینے میں اپنے اصحاب کرام کو میدانِ جنگ کا حال لمحہ بہ لمحہ بتا رہے تھے جو آپکو اللہ کی جانب سے بتایا جارہا تھا۔ آپ ﷺ فرمانے لگے

’’میرے بیٹے زید شہید ہوگئے اور اب مسلمانوں کے امیر جعفرؓ ہیں" آپ ﷺ نے روتے ہوئے کہا۔ پھر کچھ دیر بعد کہا کہ

’’میرے بھائی جعفرؓ بھی شہید ہوگئے ہیں اب مسلمانوں کے لشکر کے امیر عبداللہؓ ہیں۔" پھر تھوڑی دیر بعد کہا کہ "اب عبداللہ ابن راوحہ بھی شہید ہوگئے ہیں" آپ ﷺ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔

جبکہ میدان جنگ میں لشکر اسلامی اپنے امیر سے محروم ہوچکا تھا۔ حضرت ارقمؓ نے مسلمانوں کا علم (جھنڈا) اٹھایا۔ مسلمان سمجھے کہ اب وہ ہمارے امیر بنیں گے لیکن اگلے ہی لمحے انہوں نے وہ علم حضرت خالد بن ولیدؓ کی جانب بڑھایا۔

’’اب اسلامی لشکر کے امیر آپ ہیں"

’’لیکن آپ مجھ سے زیادہ فضیلیت کے حامل ہیں۔ آپ نے تو بدر اور اُحد کی جنگیں لڑیں ہیں، جبکہ میں تو ابھی ہی ایمان لایا ہوں۔ میرے

خیال سے امیر آپکو ہونا چاہیے" خالد بن ولیدؓ نے حیرت سے کہا۔

"آپ کی بات درست ہے لیکن میدان جنگ اور سپہ سالاری میں آپکا تجربہ اور ہنر مجھ سے کہیں زیادہ ہے۔ اس وقت لشکر اسلامی کو آپکی ضرورت ہے" ارقمؓ نے کہا۔ یوں لشکر اسلامی کی کمان حضرت خالد بن ولیدؓ نے سنبھال لی۔

مدینے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس واقعے کی اطلاع یوں دی کہ

"اب لشکر اسلامی کی کمان اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار کے پاس ہے" اسی واقعے کے بعد سے حضرت خالد بن ولیدؓ کو سیف اللہ یعنی اللہ کی تلوار کہا جانے لگا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس جنگ میں ذہانت کی مثال قائم کر دی۔ جب آپکو کمان ملی آپؓ نے ایسی زبردست لڑائی لڑی کہ لڑتے لڑتے آپکے ہاتھوں میں یکے بعد دیگرے نو تلواریں ٹوٹیں۔ ذرا سوچیے! کہ کتنے ہی کفار کا خاتمہ ہونے کے بعد وہ تلواریں ٹوٹیں ہونگی۔ لڑتے لڑتے رات ہوگئی تو دونوں طرف سے جنگ روکی گئی۔ اگلی صبح حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایک نئی تدبیر نکالی۔ آپؓ نے فوج کی ترتیب بدل دی۔ جو دستہ کل آگے کھڑا تھا اُسے پیچھے کر دیا اور پیچھے والے کو آگے لے آئیں۔ اسی طرح دو ڈھائی سو لوگوں پر مشتمل دستے کو میدان جنگ سے دُور بھیج دیا اور کہا کہ

"جب جنگ شروع ہوئے کافی وقت بیت جائے اور ہم دشمن کے نرغے میں چلے جائیں، تو تم لوگ اچانک سے اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے پیچھے سے گھوڑوں پر آنا۔"

جنگ شروع ہوئی تو لشکر کی نئی ترتیب دیکھ کر دشمن خوفزدہ ہوگئے تھے۔ وہ سمجھے کہ مسلمانوں کو کمک مل گئی ہے (یعنی نیا دستہ مدد کرنے کے لئے آگیا ہے)، اچانک ہی وہ دستہ جسے خالدؓ نے پیچھے بھیجا تھا وہ اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے آیا اُسے دیکھ کر تو دشمن کہ پاؤں ہی اُکھڑ گئے، اُنہیں لگا کہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوگیا ہے اور نئی فوجیں پہنچ گئی ہیں۔ وہ ڈر کے پیچھے ہٹنے لگے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ بھی اسطرح پورے لشکر اسلامی کو دشمنوں کے نرغے سے نکالنے میں کامیاب ہوگئے۔ اور یہ کام آپؓ نے اتنی ہی تعداد کے لشکر کے ساتھ کیا جتنی مدینے سے لیکر نکلے تھے۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ جنگیں ایمان اور تدبیر سے جیتی جاتی ہیں۔ ڈھائی لاکھ کے لشکر کے سامنے تین ہزار کا لشکر تو آن کی آن میں ختم ہو جانا چاہیے تھا، لیکن یہاں تو مسلمانوں کے صرف سترہ صحابی شہید ہوئے جبکہ دشمنوں کی اموات کی تعداد کا تو اندازہ ہی کوئی نہ لگا سکا۔ اس جنگ کو تاریخ اسلامی میں "جنگ موتہ" کہتے ہیں۔

------+------+----

پیارے بچوں، یہ پوری تحریر خالد بن ولیدؓ کی زندگی کے ابتدائی حالات ہیں، اگر ہم اُنکی پوری زندگی لکھنے بیٹھے تو صفحات کم پڑ جائینگے۔

درحقیقت مورخین نے تاریخ کے اوراق، خالد ابنِ ولیدؓ کی بہادری اور کارناموں سے بھر دیے ہیں۔ جس دن سے اُنہیں رسول اللہ ﷺ کی جانب سے سیف اللہ کا لقب ملا، اُس دن کے بعد سے اُنکی ساری زندگی گھوڑے کی پیٹھ پر سوار گزری (یعنی آپ مستقل حالات جہاد میں ہی رہے)۔ اُس روز کے بعد آپ نے کوئی جنگ نہ ہاری۔ آج بھی دنیا کے ناقابل تسخیر جرنیل میں آپکا نمبر پہلا ہے۔ آپ نے تسلسل کے ساتھ قریب ۱۲۵ جنگیں جیتیں۔ اور چونکہ آپ اللہ کی تلوار تھے، لہٰذا دشمن کبھی آپکو شہید نہ کر سکے اور آپ اس دنیا سے غازی ہو کر اپنے رب کے پاس لوٹے۔ آپکو شہادت کی اتنی آرزو تھی کہ اس دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے آپکے آخری سنہری الفاظ یہ تھے

"میں نے اپنی زندگی میں ۱۰۰ سے زائد جنگیں لڑی ہیں، کئی بار شہادت کی آرزو میں خود کو دشمنوں کے نرغے میں لے گیا اور میرے جسم کا کوئی ایسا حصہ نہیں جہاں نیزے، تلوار یا تیر کا زخم نہ ہو۔ پھر بھی میں بستر پر مر رہا ہوں، جیسے کوئی عام آدمی مرتا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر میں میدانِ جنگ میں شہید ہو جاتا تو میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں!.... دنیا کے بزدلوں کو بتادو

کہ موت اگر میدان جنگ میں ہوتی تو خالد آج

تحریر: بنت ظفر

بستر پر نہ مرتا"

*علامہ صفی الرحمن مبارک پوری کی کتاب

"الرحیق المختوم"،

محمد یوسف کاندھلوی کی کتاب سیرۃ صحابہ کرام

(جلد اوّل)

سیرت ابن ہشام (جلد سوم)

خالد بن ولید سیف اللہ (جنرل محمد اکبر خان)

سیدنا خالد بن ولید (ابو ریحان ضیاء الرحمن

فاروقی)

اور ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کے بیانات سے

ماخوذ*